عالمی سیاست میں اسلامی ریاست کا کردار (سیرت نبوی کی روشنی میں ایک جائزہ)

*ڈاکٹر نور حیات خان

Abstract

Islam is the name of goodwill, and Islamic state takes into consideration all benefits for their all inhabitants, belonging to this world or hereafter. In this regard an Islamic state has a status of mother, who keeps spirit of love for all his inhabitants and who doesn't differentiate between Muslim and non-Muslim for the delivery of rights because the head of Islamic state or khalifa will be busy to emulate rules of owner Allah Almighty (S.W) and never interfere in the handover system nor seek any personal benefit, however he will be doing sincere effort to play his role the same way which is assigned to him. Since there is no existence of Muslim state in present day structure, so in this discussion it will be attempted to differentiate between an Islamic state and Muslims state in role and behavior, which will cover the following areas.

- The structure of Islamic state and institutional principles
- The role and status of an Islamic state in world politics
- Present Muslims state's status and their role in world politics and affairs as will.

تمہید:

اسلام خیر خواہی کا نام ہے، اور اسلامی ریاست کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا کی دنیوی واخروی خیر خواہی اور مفاد کو مدِ نظر رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ ایک ماں کی حیثیت رکھتی ہے جس کی گود میں رعایا کے لئے شفقت مادری کا جذبہ کار فرما رہتا ہے جو حقوق کی ترسیل میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کو روا نہیں رکھتی کیونکہ اسلامی ریاست کا سربراہ یا خلیفہ مالکِ ارض وسماء کے استخلاف کے فرائض کی انجام دہی میں کوشاں رہے گا اور ذاتی مفاد کے حصول اور من مانی سے پرہیز کرے گا، بلکہ جس نظام کے باگ ڈور اس کو سپرد ہے، اس کی منشاء کے مطابق ذمہ داری سے عہدہ براں ہونے کی مخلصانہ کوششیں بروئے کار لائے گا۔

چونکہ موجودہ سٹرکچر {حالت و کیفیت} میں { اگر ایمانداری سے کہا جائے تو} کوئی اسلامی ریاست حقیقت میں موجود ہی نہیں ہے۔ لہذا اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی کہ اسلامی ریاست اور مسلم مملکت میں فرق واضح کرکے دونوں کا

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد- پاکستان

کردار اور رویہ زیر بحث لایا گیا ہے، جو درج ذیل مباحث کا احاطہ کرتا ہے:

* اسلامی ریاست کے عناصر ترکیبی اور دستوری اصول
* عالمی سیاست میں اسلامی ریاست کا مقام اور کردار
* موجودہ مسلم مملکتوں کا خمیر، مقام اور عالمی سیاست میں کردار

مبحث اول: اسلامی ریاست کے عناصر ترکیبی اور دستوری اصول

درِ شبستانِ حرا خلوت گزید قوم و آئین و حکومت آفرید [1]

قال رسول اللهﷺ «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ» [2]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا ہے، جب تک اس کے خواہشات میرے لائے ہوئے شریعت کے تابع نہ ہو جائے"

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا [3]

مولانا حالی نے بجا طور کہا ہے کہ اسلامی شریعت عظیم نسخہ کیمیا اور شاہِ کلید ہے، جس سے حیات اِنسانی کے تمام گتھیاں سلجھائی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب اور دیگر آس پاس تباہ حال معاشروں کے حالت کو اس کے ذریعے درست فرمایا اور یوں انسانوں کی بد حالی دور ہوئی۔ اس انقلابِ نبوی کے اساسی نظریات کیا ہیں؟ جس نے انسانوں میں ایک لازوال تبدیلی برپا کی اور بد حالی کو خوش حالی میں بدل دی۔

انقلاب نبوی کے اساسی نظریات:

توحید، رسالت اور آخرت اسلام کے اساسی عقائد و نظریات ہیں۔ نظام کا تعلق عقیدہ توحید سے ہے جبکہ آخرت پر ایمان لانے کا تعلق انسان کی سیرت و کردار کی تربیت سے ہے اور رسالت پر ایمان لانے کا تعلق قانون سے ہے۔ حضور ﷺ کو دل و جان سے رسول تسلیم کرنے اور آپ ﷺ کی دی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کا نام ہی دراصل ایمان ہے۔ اس کے بغیر ہم نہ توحید کو صحیح معنوں میں جان سکتے ہیں نہ آخرت کو مان سکتے ہیں اور نہ ایمان، اعمال صالحہ اور افعال سیئہ کو صحیح طور پہچان سکتے ہیں۔ [4]

عقیدہ یا نظریہ توحید جس سے نظام کا تعلق ہے۔ اس کے تین بڑے متضمنات ہیں۔

1. انسانی حاکمیت کی بجائے خلافت
2. ملکیت کی بجائے امانت اور
3. کامل معاشرتی مساوات

نظریہ توحید کے یہ تین متضمنات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ جو انسانیت کی رشد وہدایت کے آخری رسول اور کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان موضوعات پر 13 سال خوب محنت کی اور اہل ایمان کو اچھی طرح سے سمجھا دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنہوں نے آپ ﷺ پر ایمان لایا طرح طرح کے آزمائشوں کو قبول اور انگیز کیا لیکن پھر اس راستے سے کبھی بھی منحرف نہیں کیے جاسکے۔

1) انسانی حاکمیت کی بجائے خلافت

توحیدِ خالص کے جو تضمنات ہیں ان میں سے پہلی چیز اقتدارِ اعلی (Sovereignty) ہے جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جس میں انسانی حاکمیت کی نفی کلی ہے۔یعنی تکوینی حاکمیت کے ساتھ تشریعی حاکمیت بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کا ذریعہ علم وحی الہی پر موقوف ہے۔ انسان اپنی تصرفات اور اختیارات سے دستبردار ہو گا۔ کرے گا وہی جو چاہے گا یا امر کرے گا، اللہ تعالیٰ۔ یہ مضمون قرآن مجید کے کئی آیات میں ذکر ہے۔ مثلاً:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ [5]

فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ [6] خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہو گا اور وہ بہت جلد حساب لے گا۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [7]

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

گویا: سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے حکمراں ہے اک وہی باقی بتاں آزاری [8]

اس انقلابی عقیدہ نے حکمرانی کا جھگڑا ختم کر دیا، جس کے بارے میں اقبال لکھتے ہیں:

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین [9]

اس نظریے کی رو سے اللہ کے سوا کوئی حاکم مطلق نہیں ہے۔ نہ کوئی فرد، نہ کوئی خاندن، نہ کوئی قوم، نہ پوری نوع انسانی۔ انسان کے لیے حاکمیت کی نفی مطلق ہے۔ انسان کے لیے تو خلافت ہے اور وہ بھی عوامی خلافت۔ یعنی عوام الناس اپنی رائے سے جس کو چاہے خلیفہ چن لیں۔ گویا کہ وہ اپنے حقِ خلافت کو تفویض (Dedicate) کر رہے ہیں ایک شخص کو کہ وہ ان کا سربراہ ہے۔[10]

2۔ ملکیت کے بجائے امانت

نظریہ توحید کا دوسرا انقلابی تصور یہ ہے کہ جس میں انسان کی ملکیت مطلقہ کی نفی کامل ہے۔ جیسے کوئی حاکم مطلق نہیں ویسے ہی کوئی مالک مطلق نہیں۔ حاکم حقیقی بھی اللہ ہے اور مالک حقیقی بھی اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ [11] لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى [12]

ان آیات میں لله اور له میں لام تملیک اور لام استحقاق ہے۔ اسی طرح: وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [13] اور وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [14] سے مزید یہ وضاحت ملتی ہے کہ جس طرح حاکم حقیقی صرف اللہ ہے، اسی طرح کائنات کی ہر شے کا مالک حقیقی بھی صرف اللہ ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس مفہوم کو بڑے دل نشین اسلوب سے یوں ادا کیا ہے، کہتے ہیں:

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست　　　　در حقیقت مالک ہر شے خدا است[15]

جبکہ علامہ محمد اقبال لکھتے ہیں:

بندہ مومن امیں، حق مالک است　　　　غیر حق ہر شے کہ بنی ھالک است[16]

حاصل کلام یہ ہوا کہ اسلام میں حاکمیت کے بجائے خلافت اور ملکیت کے بجائے امانت کا تصور ہے۔

3۔ کامل معاشرتی مساوات

نظریہ توحید کا تیسرا انقلابی پہلو کامل معاشرتی مساوات ہے، جس طرح انسانی تاریخ میں انسان حاکمیت اور مالکیت کے سلسلے میں اونچ نیچ کا شکار رہا ہے، اسی طرح اس زعم میں بھی مبتلا رہا ہے کہ کوئی ادنیٰ ہے تو کوئی اعلیٰ ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ عقیدہ توحید نے اس انسانی سوچ اور پہلو پر بھی زبردست تیشہ چلایا اور یوں برہمنیت اور شودریت اور

رنگ ونسل کے تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [17]

" لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو اور رشتے باندھتے ہو۔ رشتہ اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو، یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے"۔

ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں:

اگر کامل سماجی مساوات نہیں ہے تو وہ معاشرہ کسی درجہ میں اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے[18]۔

اونچ نیچ کے ان تمام بتوں کو رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پاش پاش کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى [19]

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور باپ بھی ایک۔ خبردار! نہ عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو کسی عربی پر اور سفید کو کسی کالے پر اور نہ کالے کو کسی سفید پر کوئی فضیلت حاصل ہے سوائے تقوی کے"

اگر غور کیا جائے تو سماجی و معاشرتی مساوات کا تعلق بھی توحید ہی سے ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک ہی ذات نے انسان کو ایک ہی جوڑے سے پیدا کیا ہے۔ باقی رہی بات خاندانی و قبائلی اونچ نیچ، تو یہ محض شناخت کا مسئلہ ہے۔ بزبانِ قرآن: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا [20]

" لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو"

گویا کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے لیے طرز حکمرانی کا جو نمونہ انسانیت کو ملا وہ درویش بادشاہت کا تھا، جس میں حکمران اور حکمران طبقہ کے کوئی ذاتی مفادات نہ تھے۔ صرف خدمت خلق کا جذبہ تھا اور ذاتی اغراض کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے صرف وہی کچھ ہے جو عوام میں سے ایک عام مزدور یا اوسط درجے کا مستری ومزدور وصول کرتا ہے یا کمار ہا ہے[21]

الغرض! اسلامی ریاست کے سربراہ محمد رسول اللہ ﷺ نے، اجتماعی زندگی میں انداز حکمرانی، طرز جہانبانی اور شاہان جہانگیری کو قدرت اور دنیا بھر کے قیصروں، کسراؤوں، فراعنہ و نمارده، یونانی فلاسفہ کے تراشے مصنوعی و حیوانی اخلاق کے نمونوں کو مٹا کر ایک پاکیزہ، سادہ، آسان اور قابل عمل نسخہ دیا جو دنیا کے ہر انسان اور حکمران کی آنکھوں کا سرما، چلنے کے لیے روشن راستہ، خدمت خلق کا عالمی چارٹر اور میگنا کارٹا ہے۔[22]

اس طرزِ حکومت سے انسانی خون خرابے کا روک تھام ممکن ہوا اور دنیا کی خون خوار حکومتوں کی خون آشامی رکی اور فقیر بادشاہت نے انسانیت کے دل و دماغ پر حکومت کی اور ہر قسم انسانی عدل و مساوات کا دور دیکھا۔

اسلامی ریاست کے دستوری اصول

اسلام میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور انسان کی حیثیت خلیفہ اور نائب کی ہے۔ گویا وہ اصل مالک کا ترجمان ہے، جس نے طے شدہ اصول دیے ہیں۔ جس کی پابندی لازمی ہے اور ان اصولوں کی بناء پر یہ ریاست دوسری ریاستوں سے ممتاز ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا[23]

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے"۔

دستوری اصول کا خلاصہ

1۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا تمام اطاعتوں پر تقدم

2۔ اولی الامر کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے

3۔ اولی الامر اہل ایمان میں سے ہوں

4۔ رعایا کو حکام اور حکومت سے نزاع کا حق حاصل ہے

5۔ اس نزاع کے درمیان فیصلہ کن اتھارٹی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

6۔ اس نظام میں ایک ادارہ ایسا ہو جو اولی الامر اور عوام کے دباؤ سے بالاتر ہو اور قانون کے مطابق نزاعات

کا فیصلہ کرے۔ [24]

ان دستوری اصولوں میں سے تین قسم کی اطاعتیں وہ ہیں جن پر ریاست اور عوام کی مضبوط تعلق مبنی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ اطاعت الٰہی

اسلامی ریاست میں ذات باری تعالیٰ کی اطاعت دیگر تمام اطاعتوں سے بالاتر ہے کیونکہ وہ اصل مطاع ہے اس کا کوئی مد مقابل اس نظام میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلامی نظام سیاست میں وہ مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے جو مذکورہ آیت اور آپ ﷺ کے درج ذیل ارشادات سے واضح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ [25] "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔

السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ [26]

" پسند و ناپسند میں مسلمان پر سمع وطاعت لازم ہے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو سمع وطاعت لازم نہیں ہے "۔

2۔ اطاعت رسول اللہ ﷺ

اسلامی ریاست کے دستوری اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت کی جائے۔ اس سے بغاوت اللہ تعالیٰ کی بغاوت شمار ہو گی، جو آیت مذکورہ سے واضح ہے اور آپ ﷺ نے اس کی نشاندہی یوں فرمائی ہے:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ [27]

" جس نی میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی "

گویا احکامات الٰہی کی تفصیلات، تشریحات اور تطبیقات کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مطاع بنا کر آپ ﷺ کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ [28]" اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو"

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ [29]

" اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا"

3۔ اطاعت اولی الامر

مذکورہ دونوں اطاعتوں کے بعد تیسری اطاعت جو مسلمانوں پر فرض ہے، وہ اولی الامر کی ہے، جو مسلمانوں میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا مطیع ہو تو وہ مسلمانوں کے لیے مطاع ہے۔ جس کی نشاندہی سابقہ آیت سے ہو گئی ہے اور آپ ﷺ نے اس کی اطاعت کی تاکید فرمائی ہے:

اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ (30)

" سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تمہارے اوپر ایک حبشی غلام امیر کیوں مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کا سر کشمش جیسا کیوں نہ ہو"

امام ابن حزمؒ اس تناظر میں لکھتے ہیں:

"وَأَنَّ الْأُمَّةَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا الانقياد لإِمَام عَادل يُقيم فيهم أَحْكَام الله ويسوسهم بِأَحْكَام الشَّرِيعَة الَّتِي أَتَى بهَا رَسُول الله ﷺ" (31)

"امتِ مسلمہ پر امام عادل کی اطاعت واجب ہے، جو ان میں اللہ تعالیٰ کے اوامر نافذ کرتا ہو اور ان کی سیاست رسول اللہ کے لائے ہوئے شریعت کے مطابق کرتا ہو"

اس کے ساتھ امام ابن حزمؒ دو شروط کا اضافہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ امراء سے مراد:

1۔ مسلمانوں کے حکمران اور امراء ہیں۔

2۔ وہ امراء اہل العلم ہوں اور فقاہت کی صفت سے متصف ہوں جسے امام ابن جریر الطبریؒ نے اہل الحل والعقد سے موسوم کیا ہے یعنی وہ فہم و فراست اور علم و دانائی میں مرتبہ امامت پر فائز ہوں۔(32)

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب وہ اس مرتبہ علیا پر فائز ہوں اور مسلمانوں کے خیر خواہ اور معاملات کے چلانے کے اہل ہوں، اور پھر بھی ان کی اطاعت نہ کی جائے تو آپ ﷺ نے یہ وعید ان کو سنائی ہے:

وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي (33) " جو میرے مقرر کردہ امیر کی عصیان کرے اس نے میری نافرمانی کی

امیر ہے کون ہے؟

ہر وہ فرد جو کسی بھی حیثیت سے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمہ دار ہو اور نگران ہو وہ امراء میں شامل ہے۔ خدا اور رسول ﷺ کے فرامین کے مطابق رعایا ان کی اطاعت کے پابند ہیں، تاکہ ریاست و رعایا کا تعلق بہتر

ہو کر ریاست کے تمام ادارے مضبوط ہوں، تو نتیجۃً اسلامی ریاست مستحکم ہو گی، جو رعایا کے لیے سایہ اور تحفظ کا ذریعہ بن سکے گی اور دنیا میں مسلمانوں کی وقار بلند اور عزت و ناموس بحال ہو گی۔

مبحث دوم: عالمی سیاست میں اسلامی ریاست کا مقام اور کردار

اسلامی ریاست کا عالمی معاملات میں اہم کیا کردار اور مقام ہونا چاہئیے؟ سابقہ مباحث سے واضح ہے کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی اور اصولی ریاست ہوتی ہے، جو ہر طرح سے دوسری ریاستوں سے ممتاز ہو گی۔ اس ریاست کی اصول پرستی کی بات تو ہو گئی۔ اب ان اصولوں پر مبنی مظہر اس کا کردار ہے، جو عالمی سیاست میں ان اصولوں کی بنیاد پر ممتاز مقام کا حامل ہونا چاہیے۔ سیاست اسلام میں عبادت کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ اس کے معنی اصلاح کرنے اور سنوارنے کے ہے جو ریاستی لیول پر تدبیر مملکت کا ہم معنیٰ ہے جو ایک مدبرانہ اور قائدانہ کردار کا حامل کام ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام غزالیؒ سیاست کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"استصلاح الخلق وارشادهم الى الطريق المستقيم المنجي في الدنيا والاخرة "[34]

" سیاست مخلوق کی اصلاح اور طراط مستقیم کی طرف راہنمائی کا نام ہے جو دنیا و آخرت کی نجات کا ذریعہ ہے"

جبکہ علامہ ابن خلدونؒ سیاست کے تقدس کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی کفالت وضمانت کا نام ہے۔ یہ سیاست خدا کی نیابت ہے اور اس کے بندوں پر اس کے احکام نافذ کرنے کے کام ہیں" (35)

امام شاہ ولی اللہؒ دہلوی سیاست کو رعایا اور حکمران کے باہمی مضبوط تعلق کا فن قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"وهي الحكمة الباحثة عن كيفية حفظ الربط الواقع بين أهل المدينة "[36]

"سیاست وہ حکمت (علم) ہے جو ان تدابیر سے بحث کرتی ہے جن کے ذریعے سے شہریوں کے باہمی ربط و تعلق کی حفاظت کی جاتی ہے"

ان تمام اقتباسات میں سیاست کی جو تعریف کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ:

"سیاست وہ فن و حکمت ہے جس کا موضوع فرائض حکومت اور سیاست کا نظم و نسق ہے۔ جس کی غرض و غایت مصالح کی حفاظت اور شہریوں کے باہمی ربط و تعلق کو قاعدے اور قانون کے ذریعے کنٹرول کرنا ہے" (37)

گویا سیاست ایک مقدس سماجی خدمت ہے، جس سے اصلاح معاشرہ ممکن ہے۔ اس لحاظ سے شرعی سزاؤں

کا اجراء و نفاذ بھی فقط اصلاح معاشرہ کے لیے مطلوب ہے، جس سے مجرمین کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی جان و مال، آبرو اور نسب کی حفاظت ہوتی ہے اور ان پر سیاست کا اطلاق ہو سکتا ہے بلکہ ہونا چاہیے کیونکہ ان کا مقصد اصلاح معاشرہ اور مصالح معاشرہ ہے۔ امام ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

" وهذا التعريف للسياسة العامة الصادقة على جميع ما شرعه الله تعالیٰ لعباده من الاحكام الشرعية" (38)

"سیاست کی یہ عام تعریف ان تمام شرعی احکام پر صادق آتا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے"

سیاست دور جدید کے ماہرین فن کی نظر میں:

دور جدید کے ماہرین لفظ سیاست کو پالیٹکس کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جس کے معنی شہری حکومت کا علم و فن ہے۔ جس کا نطاق بہت ہی محدود ہے بہ نسبت عربی لفظ سیاست کے، جس کے مفہوم میں اصلاح نفس، خاندانی سیاست، تعزیری سیاست اور مطلق اصلاحی کام، اس اعتبار سے علم سیاست کے عموم میں وہ تمام علوم و فنون شامل ہیں جو انسانی معاشرے کے لیے اہمیت رکھتے ہیں لیکن دور جدید کے ماہرین نے اس کو فن حکومت گری کے لیے استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن صعب لکھتے ہیں:

"فن حكم الدولة او دراسة المبادئ التي تقوم عليها الحكومات والتي تحدد علاقاتها بالمواطنين وبالدول الاخرى" (39)

غالباً ۱۹۶۲ء کے دور میں علم سیاست کو انسانی معاشروں پر حکومت کرنے کا فن قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں ڈاکٹر جمال الأتاشی رقمطراز ہے:

"السياسة في حكم المجتمعات الانسانية" (40)

جبکہ ایڈورڈ جیمز نے اسے اقامتِ نظم معاشرہ اور فرائض حکومت کی ادائیگی کا ذریعہ بتایا ہے:

"سیاست فرائض حکومت ادا کرنا اور ان لوگوں کو نظم و ضبط میں رکھنا ہے، جو سوسائٹی کی شکل میں جمع ہوں"(41)

جبکہ بلنچلی لکھتا ہے: "سیاست وہ علم ہے جس کا موضوع بحث سلطنت ہے" (42)

اگرچہ سیاست کے مفہوم میں اسلامی علوم کے ماہرین اور دور جدید کے ماہرین میں قرب پایا جاتا ہے، تاہم عملی دنیا میں دونوں میں بعد پایا جاتا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ سیاست عقلیہ سے دنیوی، فوائد اور آسائشوں کا حصول اور

نقصانات کا ازالہ مقصود ہوتا ہے، جبکہ سیاست شرعیہ (دینی سیاست) نہ صرف ان مقاصد کا حصول پیش نظر رکھتا ہے بلکہ اخروی مصالح اور کامرانی کا حصول بھی مد نظر رکھتا ہے اور اسی کو نظام خلافت کہا جاتا ہے، جو انسان کی حقیقی اور ابدی سعادت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے اور دنیوی فلاح و بہبود کی ضمانت بھی یہی نظام دیتا ہے، جس پر تیس سالہ دور خلافت راشدہ شاہد ہے جو محتاج بیان نہیں ہے۔

دور جدید کے ماہرین نے سیاست کے جو معنی فن حکومت گری بیان کی ہے، یہ اسلام کا ایک باب ہے جو دیگر مصالح اور ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

"أن السياسة ... هي جزء من اجزائها و باب من ابوابها"(43)

"سیاست حکومت کی اجزاء میں سے ایک جزء اور ابواب میں سے ایک باب ہے"

اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں سیاست ایک بلند ترین کام ہے، جس کے ذریعے انسانوں کی ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ہوتی ہے اور اس تعلیم و تربیت سے لوگوں کے قلوب میں ملکات حسنہ اور اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں، جو انسان کے لیے دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے اور آخرت میں نجات پانے کا ذریعہ ہے۔(44)

اسلامی ریاست کیوں ضروری ہے؟

اگر ہم بحیثیت مسلمان زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم اپنی پوری زندگی اطاعت الٰہی میں گزاریں اور انفرادی و اجتماعی تمام معاملات کا فیصلہ خدا کے قانون اور اس کی شریعت کے مطابق کریں ورنہ دعویٰ ایمان مشکوک ٹھہرتا ہے۔ اس تناقض کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا۔ اسلامی ریاست اور اسلامی دستور کے مطالبے کی پشت پر یہی احساس کارفرما ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اس کے قانون شرعی کے مطابق حکمرانی اور فیصلہ کریں(45)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (46) " اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا "

گزشتہ مباحث سے واضح ہوا کہ جن اطاعات کو اسلام میں ضروری قرار دیا گیا ہے، ان میں ایک اطاعت اولی الامر بھی ہے، جس کے ذریعے ریاست کے اندر رعایا کی طاقت و قوت اور فکر کو مجتمع اور یک سمت کر کے اس کی شیرازہ بندی کی جائے۔ اس بنا پر پیغمبر کو بھی قانونِ شرع کا پابند بنایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ(47)

"اور فیصلے کیجیے ان کے مابین اس (شریعت) کے مطابق جو کہ اللہ نے اتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے 'ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کو ان میں سے کسی چیز سے بچلا دیں جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہیں"

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا(48)

"یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو"

ان دونوں آیات میں جو حکم اللہ نے اپنے نبی کو دیا ہے، یہی حکم مسلمانوں کو بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ(49)

"تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی پیروی مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو"

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خداوند عالم کی زمین پر صحیح حکومت اور عدالت صرف وہ ہے، جو اس قانون کی بنیاد پر قائم ہو جو اس نے پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اسی کا نام خلافت ہے۔(50) جو باقی تمام نظاموں پر غلبہ چاہتا ہے اور غالب ہونا چاہیے کیونکہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو اس کے غلبے کے لیے بھیجا گیا تھا(51)۔ جس کا تقاضا ہے کہ دین اسلام برسراقتدار ہو اور باقی ادیان مغلوب ہوں یا پھر معدوم ہوں۔ یہ حکم نہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ، اور امت مسلمہ کو ہوا ہے، بلکہ دیگر انبیاء کو بھی دیا گیا تھا(52)۔ مولانا گوہر رحمٰنؒ لکھتے ہیں:

"فریضہ اقامت دین کی ادائیگی اور غلبہ کے لئے تعلیم و تربیت اور تزکیہ وارشاد کی کوششوں کے ساتھ اسلامی ریاست کے قیام اور حصول اقتدار کی کوشش کرنا بھی فرائض نبوت میں شامل ہے" (53)

ظلم وفساد کے خاتمہ اور عدل الٰہی وعدل اجتماعی کے قیام کے لیے جہاد و قتال فی سبیل اللہ فرض کر دیا گیا ہے اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ ریاست اور امیر عادل کے بغیر ممکن نہیں۔ سورۃ الحج آیت نمبر 39 تا 41 کے خلاصہ میں مولانا گوہر رحمٰنؒ لکھتے ہیں:

"ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قتال کا مقصد یہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکا جائے اور ایسی حکومت قائم کی جائے جس میں اللہ کی عبادت کی آزادی ہو، غریبوں کی معاشی کفالت کی جائے، بھلائی اور نیکی کے احکام نافذ ہوں اور برائی کے طور طریقوں کو مٹا دیا جائے یعنی ظلم، شرک اور فساد کے نظام کی جگہ، توحید اور اصلاح کا

نظام آجائے" (54) جیسا کہ منشائے الٰہی ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (55)

"اور ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ کا ہی ہو جائے پھر اگر باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے"

اس آیت کی تشریح میں امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ای یکون دین اللہ ھو الظاھر العالی علی سائر الادیان (56) "یعنی خدا کا دین باقی تمام ادیان پر غالب اور بالا دست ہو جائے"

دین کی بالادستی ایک مضبوط اسلامی ریاست اور ایک خدا ترس و عادل حکمران اور خلیفہ ہی کر سکتا ہے، جس کی امارت اور خلافت و سرپرستی میں محض اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کیا جائے گا، جس میں دیگر کوئی خواہش کارفرما نہ ہو۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (57)

"جو محض اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جنگ کرتا ہے، تو یہ فی سبیل اللہ جنگ ہے"

ان اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کے لیے جو اسٹیٹ اور ریاست کوشش کرے گی، وہ اسلامی ریاست کہلائے گی اور یہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور اس سے بہتر کوئی ریاست نہیں ہو سکتی، جس کے زیر سایہ رعایا کو تحفظ میسر ہو، حقوق کی نگہداشت ہو، معاشی کفالت کا بھی انتظام ہو اور عدل اجتماعی کے اعلیٰ مظاہر سے متصف ہو۔ دیگر ریاستوں اور عالمی سیاست میں جو کردار وہ نبھائے گی، اس ریاست میں کیونکر انسانی حقوق کی پامالی کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ تمام انسانیت کے لیے خیر اور بھلائی تلاش کر کے عام کرے گی، جو اپنی رعایا کے لیے چاہتی ہے، کیونکہ دین اسلام جس ریاست کا مذہب ہے وہ تمام انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ کہتے ہیں: ہم نے کہا: کس کے لیے اے اللہ کے رسول ﷺ! تو فرمایا:

لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ (58)

"اللہ کے لیے، کتاب اللہ کے لیے، رسول اللہ کے لیے، مسلمان قیادت کے لیے اور عام لوگوں کے لیے خیر خواہی ہے"

خیر خواہی کا یہ رویہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں تمام انسانوں کے لیے عام تھا۔ کسی کے ساتھ ظلم

اور زیادتی نہیں ہونے دی گئی، جس کا اقرار غیر مسلموں نے کیا ہے اور بڑے مزے بھی کیے ہیں کیونکہ ان کو امن و امان میسر تھا۔ جس میں ان کے لیے معاشی خود کفالت کے مواقع بے شمار اور ظلم معدوم تھا۔ خیر خواہی کا یہی رویہ دیگر ریاستوں کے ساتھ بھی اپنایا گیا اور عالمی سیاست اور معاملات میں بہترین کردار ادا کیا۔

اسلامی ریاست کی ضرورت واہمیت

ایسی ریاست اور حکومت کی ضرورت واہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے، جس کے قیام اور استحکام کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد رّسول ﷺ کو بھیجا۔ جنہوں نے اس کے قیام کے لیے مکی زندگی میں انتھک کوشش کی اور لوگوں کو سمجھایا لیکن کوئی تیار نہیں ہوا۔ اس رستے میں ساتھیوں سمیت ہر قسم صعوبتیں بھی برداشت کیں اور مکہ سے نکلتے ہوئے دعا کی پروردگار! ایک ایسی ریاست اور حکومت سے ہماری مدد فرما جو سچائی کی پروجکشن میں ہماری مددگار ہو[59]

چونکہ بگاڑ اور فساد کو اقتدار اور حکومت کی طاقت سے بسہولت روک جاسکتا ہے اور خیر کی آبیاری بہتر طریقے سے کی جاسکتی ہے۔ فواحش و منکرات اور معاصی و قانون شکنی کے سیلاب کو محض تذکیر سے روکا نہیں جاسکتا۔ اس لیے آیت مذکرہ میں رسول اللہ نے رب سے اقتدار اور حکومت کی استدعا کی ہے۔ جس کی تاید اَمیر المؤمنین عثمان بن عفان رضي اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس میں آپ رضي اللہ عنہ نے فرمایا: إن الله ليزعُ بالسلطانِ ما لا يزعُ بالقرآن [60]

"اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدباب کر دیتا ہے جن کا سدباب قرآن سے نہیں کرتا"

اس قول کی تشریح میں عبد المحسن بن حمد العباد لکھتے ہیں: وقد بين أمير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله عنه عظم منزلة السلطان وما يترتب على وجوده من الخير الكثير، ومن حصول المصالح ودرء المفاسد، وذلك في قوله رضى الله عنه: (إن الله ليزع بالسلطان ما لا يزع بالقرآن)، لأن من الناس من يقرأ القرآن ويرى القوارع والزواجر ومع ذلك لا تحرك ساكناً في قلبه، ولا تؤثر عليه، ولكنه يخاف من سلطة السلطان، ومن بطش وقوة السلطان، ولهذا يقول شيخنا محمد الأمين الشنقيطي رحمة الله عليه: (من لم تقومه الكتب قومته الكتائب) [61]

"امیر المومنین حضرت عثمان رضي الله عنه نے حکومت کی طاقت کی عظمت اور اس پر مرتب خیر وبرکت، مصالح کا حصول اور مفاسد کی روک تھام کو بیان کیا ہے۔اور مذکورہ حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ قرآن مجید بھی پڑتے ہیں اور زجر وتوبیخ دیکھتے رہتے ہیں لیکن ٹس سے مس نہیں ہوتے اور کوئی اثر نہیں لیتے لیکن حکومت کی سنوت اور بادشاہ کی قہر سے خوف زدہ رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ محمد امین شنقیطیؒ کہتے ہیں: جس کو کتابوں کی باتیں ٹھیک نہیں کرتے، اسے قوت ٹھیک کرتی ہے"۔

پس اصلاح معاشرہ اور قیام عدل کے لیے ایسے صالحین جو یہ کام کر سکیں، کا حکومت واقتدار طلب کرنا مندوب ہے ،جس کی تائید حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت وتاریخ سے بھی قرآن مجید کے ذریعے ملتا ہے۔(62)

اس قسم کا اقتدار کوئی نوکری کی سند کا حصول نہیں بلکہ ایک صبر آزما اور انتہائی محنت طلب راستہ ہے لیکن اس کے بغیر معاشرہ ٹھیک بھی نہیں ہو سکتا اور اس کے بغیر کوئی بلند مرتبہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت یوسف علیہ السلام آزمائشوں کے ایک طویل سلسلے سے گزر کر آرہے تھے اور آزمائشیں کسی گمنامی کے گوشے میں پیش نہیں آئی تھیں

بلکہ بادشاہ سے لے کر عام شہریوں تک مصر کا بچہ بچہ ان سے واقف تھا۔ان آزمائشوں میں انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ امانت، راست بازی، حلم، ضبط نفس، عالی ظرفی، ذہانت وفراست اور معاملہ فہمی میں کم از کم اپنے زمانہ کے لوگوں کے درمیان تو اپنا نظیر نہیں رکھتے۔۔۔بلکہ ایک ثابت شدہ واقعہ تھا جس پر سب ایمان لا چکے تھے۔اب اگر کچھ کسر باقی تھی تو وہ صرف اتنی کہ حضرت یوسف علیہ السلام خود حکومت کے ان اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے پر رضامندی ظاہر کریں جن کے لیے بادشاہ اور اس کے اعیان سلطنت اپنی جگہ بخوبی جان چکے تھے کہ ان سے زیادہ موزون آدمی اور کوئی نہیں ہے چنانچہ یہی وہ کسر تھی، جو انہوں نے اپنے اس فقرے سے پوری کر دی: اجعلنی علیٰ خزائن الارض"(63)

امام زمخشریؒ حکومت واقتدار کی قوت کی اہمیت اور آیت اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس سے ان کی غرض صرف یہ تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کرنے اور حق قائم کرنے اور عدل پھیلانے کا موقع مل جائے اور وہ اس کام کو انجام دینے کی طاقت حاصل کریں، جس کے لیے انبیاء بھیجے جاتے ہیں" (64)

الغرض ادخلنی مدخل۔۔۔اور اجعلنی علی خزائن الارض جیسی آیات کی روشنی میں اور سیرت

مصطفوی اور سیرت یوسفی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر کسی ملک میں ایک اور صرف ایک مرد مومن بھی خالص اسلامی اخلاق اور ایمانی فراست وحکمت کا حامل ہو تو وہ تن تنہا مجرد اپنے اخلاق اور اپنی حکمت کے زور سے اسلامی انقلاب برپا کر سکتا ہے[65] جو تمام انسانوں کی بلا تفریق ضرورت ہے تاکہ ان کے درمیان عدل گستری کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے، جس کے لیے پیغمبروں کو بھیجا گیاہیں۔[66]

بلامبالغہ ایک صحیح اسلامی اسٹیٹ کا قیام تمام انسانوں کی ضرورت ہے (خواہ نا سمجھ اور غیر مسلموں کو یہ ناگوار گزرے) کیونکہ اس کی عادلانا قوت کے بغیر معاشرتی امن وسلامتی کا قیام ممکن نہیں ہے، جو عالم انسانیت کی مشترکہ ضرورت ہے۔

موجودہ اسلامی مملکتوں کا خمیر، مقام اور عالمی سیاست میں کردار

دنیا کے نقشے پر موجود اسلامی ممالک بشمول مملکت السعودیۃ العربیۃ کوئی بھی حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست نہیں ہے، جس کا ماڈل اور نمونہ محمد الرسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے دنیا کو دیا ہے، جو تیس سالہ خلافت راشدہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی ایسی ہی حکومتیں قائم تھیں تاہم طریقہ کار میں کچھ کمی بیشی رہی، لیکن ان حکومتوں میں ماخذ قانون قرآن وسنت ہی رہا ہے۔ فرق صرف اتنا سا ہے کہ جس طرح تیس سالہ دور خلافت کی شخصیتیں کامل اور بے داغ تھیں، خلافت بھی بے داغ اور کامل رہی اور بعد کے ادوار کی شخصیتیں جس طرح ناقص یعنی کامل نہیں تھیں خلافت بھی ناقص رہی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حکومتیں غیر اسلامی تھیں[67]، البتہ کمال اور نقائص میں متفاوت تھیں۔ تاہم انسانیت کے لیے اس کے زیر سایہ خیر کے بہت سارے پہلو نمایاں تھے۔ لیکن گزشتہ چند صدیوں کے دوران صورتحال میں ٹھوس تبدیلیاں رونما ہوئیں اور استعماری طاقتیں دنیا پر حکمران رہی ہیں اور مسلم دنیا بحیثیت مجموعی مغربی ملکوں کے زیر تسلط رہی ہے، جسے سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔[68]

استعماریت کے اس دور میں طرز حکومت میں واضح تبدیلی آتی گئی اور خلافت سے مغربی جمہوریت کی طرف سفر کیا اور رخ تبدیل ہوا۔ یوں کردار اور مقام میں بھی واضح فرق پڑ گیا۔ اس مبحث میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

استعمار سے آزادی اور غلطی

جیسا کہ کہا جاتا ہے، لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی۔ مغربی استعمار اور سامراج سے آزادی کے بعد اسلامی مملکتیں اپنے اصلی عقیدے اور دین کی طرف رجوع نہ کرنے کی وجہ سے آج تک محکوم ابن محکوم پیدا کر رہی

ہیں۔ اپنے اسلاف کی قربانیوں، نظریات اور عقیدے پر خاک اڑا رہے ہیں، خواہ انبیائے کرامؑ کی تعلیمات ہوں یا آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا دیا ہوا دین یا خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ یا بعد کے ادوار میں محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، محمود الحسن اسیر مالٹا، حسن البناء، سید قطب شہید، علامہ اقبال، قائد اعظم محمد علی جناح، سید ابو الاعلیٰ مودودی، یا دیگر مصلحین امت ہوں سب کی عظیم جدوجہد اور کوششوں کی نفی ہو رہی ہے۔ روشن دین، اس کی تعلیمات اور تہذیب و تمدن کی عظیم ماڈل ریاستوں کو چھوڑ کر ان تہذیبوں کو تباہ کرنے والوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، جو نام کے روشن خیال اور تہذیب یافتہ گردانے جاتے ہیں، جو حقیقت میں انسانیت اور اسلامی تہذیب کے لیے موت کا پیغام ہے، العیاذ باللہ۔ جس کے بارے میں اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است[69]

ایسے تہذیب کے اوپر بنیادیں استوار کرنا، اقبال نے خودکشی کے مترادف قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی　　　جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا۔[70]

رب کائنات کے بھی یہی اصول ہیں، فرمایا:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ[71]

(اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس سچی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے)

رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان کے صدر مولانا عبد المالکؒ لکھتے ہیں:

"آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک مسلمان ممالک کے وسائل اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور سودی قرضوں کے ذریعے انہیں معاشی غلام بنانے میں مصروف ہیں۔ معاشی غلامی بالآخر سیاسی غلامی کا طوق بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے یہ دور امتحان کا دور ہے، اگر اس دور میں رجوع الی اللہ نہ ہوا۔ اسلامی نظام زندگی کو نافذ نہ کیا گیا، تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ذلت و رسوائی سے نہیں بچا سکتی" [72]

مسلم مملکتیں، خودمختاری اور مغربی جمہوریت

مسلم مملکتیں ترقی اور مفاد کے نام پر مغربی جمہوریت اور مفاد کے لیے استعمال کی جا رہی ہیں، جو اسلامی طرز زندگی کے بیخ و بنیاد کو اکھاڑنے میں مصروف ہیں۔ اس کے ثبوت کے لیے کسی مسلمان سکالر کا نہیں ایک غیر مسلم شاعر

(سکھ جسبیر سنگھ بسملؔ) کا حوالہ بہتر ہوگا، تاکہ اس کو تعصب کا نام نہ دیا جاسکے۔ وہ رقمطراز ہے:

عصرِ نور کی ترقی کیا ہے اگر — ذہن انسان کا ارتقاء نہ ہوا
باپ ہے اب وہی جو بچوں کی — گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہو

اسی طرح اسلام بنام جمہوریت میں رقمطراز ہے:

ہر چیز ہی قابو سے ہوتی جاتی ہے باہر — آغاز میں دیکھے کوئی انجام کے تیور
کیا ڈیموکریسی کا ہی لطف و کرم ہے؟ — عام آدمی کا جینا ہوا جاتا ہے دوبھر
اسلام ہے جب زیست کا اک نظم مکمل — سینے سے لگا رکھی ہیں کیوں یہ بدعتیں دیگر
مسلم ہیں تو پھر ان سے ہے یہ صرفِ نظر کیوں؟ — اسلامی ہدایات تو اک فرض ہیں ہم پر
مفلس کی کفالت بھی ہے ہمسایے کا ذمہ — کیا یاد نہیں اب ہمیں فرمان پیمبر ﷺ
اسلام کی تعلیم ہے اب بھی اہم اتنی — تسلیم کہ بدلا ہوا ہے عالمی منظر
اسلامی تمدن وہ تمدن ہے کہ جس میں — رکھتا ہے رواداری مؤنث سے مذکر
حاصل تو کیا تھا وطن پاک کہ ہوں گی — اسلامی روایات یہاں زیست کا محور
سنتے تھے یہ جمہوریت اسلامیہ ہوگی — کر ڈالا گیا ہے مگر اسلام مؤخر
اے قائداعظم ہوا کیا حال وطن کا — بنتا تھا جسے سب کی تمناؤں کا مظہر
اسلاف نے تو کی تھی زمانے پہ حکومت — اور اپنا ہے یہ حال کہ جیسے ہو گداگر
نقالی یورپ نے بنا ڈالی ہے کنگال — تھی اپنی روایات میں جو قوم تونگر
رکھتے نہیں کچھ مشرقی آداب سے نسبت — یہ مغربی تہذیب کے پروردہ قلندر
اسلام کے ہوتے ہوئے بھی دیکھیے کیسے — اس ڈیموکریسی سے ہوا ملک مسخر
ملتی نہیں ہے ڈھونڈے سے ایسی کہیں مثال — جمہوریت کے ہاتھوں ہے جمہور یرغمال
لیڈر اسے ہیں کہتے حکومت عوام کی — انکی فریب کاریوں کا دیکھیے کمال
جمہوریت کی بس یہی کارکردگی — جاتی ہے ایک پارٹی، آتی ہے دوسری
جمہوریت کو کہنا حکومت عوام کی — طاقت میں ان کا حصہ مگر پاؤ ہے نہ سیر

جمہوریت میں ہے کہاں جمہور کا مقام ہے رخشِ اقتدار کی کچھ ہاتھوں میں لگام
مشغول خود پرستی ہیں، ان کو یہ کب خبر! کٹتے ہیں خستہ حالوں کے کس طرح صبح وشام
بسملؔ قلم کو روک نہ کر سلسلہ دراز اسلام ہو تو لکھنے کا ہے کس طرح مجاز
قائل ہوں میں بھی اس متشرع نظام کا بندہ نواز اتنا ہے بس لکھنے کا جواز (73)

جب سے برطانوی استعمار کی جگہ امریکی استعمار نے پہلی جنگ عظیم (1914ء-1919ء) کے بعد لے لی ہے ،تو جمہوریت کی علمبرداری کا ٹھیکہ اس کو ملا ہے اور مغربی مفادات کے لیے جمہوریت کے ساتھ ساتھ مارشل لاؤں اور بادشاہتوں کو بھی پالتا رہتا ہے اور اپنے مفادات کے حصول کے لیے ہر جائز وناجائز ذرائع سے دریغ نہیں کرتا(74)

امریکہ بہادر کی دنیا بھر میں 92 ممالک میں مداخلت جاری ہے اور ہمیشہ اس کی پسند کی حکومتیں برسر اقتدار آئیں، جس کے لیے اس نے ہر حربہ استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا اور اپنی مرضی کے نتائج ایک طویل عرصہ سے حاصل کر رہا ہے (75) اکثر مسلم ممالک میں جمہوریت کے نام پر اس قدر دخیل ہو گیا ہے کہ ان کی خود مختاری داؤ پر لگ گئی ہے اور بیرونی ایجنسیاں ان میں دندناتی پھر رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ یہ مسلم ممالک استعماری مفاد کے آلہ کار ہیں، مسلم مفادات کے محافظ نہیں۔

مسلمانوں کا ایک عقیدہ اور زندگی کا ایک نصب العین ہے، مغربی دنیا کی طرح ملحدانہ سوچ اور نظریہ کے حامل نہیں ہوسکتے کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست (76)

جو پیٹ کے پجاری اور مادیت کے غلام ہیں، عقیدہ و مذہب سے کیا سروکار۔ اس کے مقابلہ میں ایک مسلم ریاست کی سب سے بڑی اور اولین ذمہ داری اپنے عقیدے اور دین کی حفاظت اور حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔

اسلامی مملکتیں اور دہشت گردی کے اسباب

جب تک مسلم ممالک اسلامی شریعت کا قیام عمل میں نہیں لاتیں تو محرومیوں کے ساتھ ساتھ بیرونی مداخلت بھی بڑھ جائی گی اور رعایا پر کنٹرول بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ جس سے بیرونی طاقتیں فائدہ اٹھا کر اختلاف وافتراق کو مزید گہرا کر دیتی ہیں۔ اسلامی ممالک میں اسلام کا درد رکھنے والوں کا ہر طرح ناطقہ بند کیا گیا، جس کے لئے ہر حربہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جمہوریت کے میدان میں بھی ان پر شب خون مارا گیا اور ان کی حکومتیں چلنے نہیں دی گئیں اور نہ چلنے دی جاتی ہیں۔ جیسا کہ مصر اور دیگر ممالک میں ہوا۔ مغرب دنیا میں محض نام کی جمہوریت چاہتا ہے، جو ان کے

مفاد کو تحفظ دے۔

اسی طرح سماجی اور رفاہی میدان میں مسلم ممالک کا راستہ روکا گیا اور روکا جاتا ہے تاکہ مصیبت زدہ مسلمانوں کی کسی طرح بھی مدد نہ ہوسکے اور استعمار کے منشاء و مفاد پر چھوڑ دیا جائے تاکہ ان کا مزید استحصال ہوتا رہے۔ اس تناظر میں تمام اسلامی رفاہی اداروں کو بند کر دیا گیا اور ان پر قدغنیں لگائی گئیں، خواہ یہ فلسطین میں غزہ کے محصورین کے لیے فریڈم فلوٹیلا کا واقعہ ہو یا افغانستان اور کشمیر و الجزائر وغیرہ کے پناہ گزین و محصورین کی امداد ہو۔ اس کے مقابلے میں ہر مغربی این جی اوز کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے، جو استعماریت کے لیے کام کر رہی ہیں اور مسلمانوں کی بیخ کنی میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو دہشت گرد بنایا گیا ہے، جو ایک طرفہ اور ظالمانہ رویہ ہے۔ اس کا مسلمانوں کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جس کا اقرار کیتھولک عیسائیوں کے ایک روحانی پیشوا پوپ فرانسس نے پولینڈ میں کرسچین یوتھ کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے یوں کرتے ہیں:

"انتہا پسند گروہ ہر مذہب میں ہوتے ہیں۔ انتہا پسندوں کی موجودگی کی بنیاد پر اسلامی دنیا کو مطعون کرنا درست نہیں ہے کیونکہ عیسائیوں میں بھی انتہا پسند گروہ موجود ہیں۔ انتہاپسندی کا ارتکاب اس وقت کیا جاتا ہے جب کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا اور یہ بات زور دے کر کہی کہ یورپ اپنے نظریات، رجحانات، پالیسیوں اور حکمت عملی کے ذریعے نوجوانوں کو دہشت گردی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ دنیا بھر میں جنگ کا ماحول ہے مگر اس پر مذہب کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ جنگیں مفادات کے ٹکراؤ، وسائل کی غیر مساویانہ تقسیم یا بندر بانٹ اور شدید قسم کے نظریاتی اختلافات کی بنیاد پر ہوتی رہی اور ہو رہی ہیں۔ مذہب تو ان معاملات پر دور کھڑا نظر آتا ہے" (77)۔

جہاد فی سبیل اللہ اور مسلم ممالک

اسلام ایک عقیدہ اور نظام زندگی کا نام ہے، جس کے تحفظ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کا ایک مقدس مرحلہ بھی آتا ہے لیکن مغربی استعماریت اور جمہوریت کے اثرات ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کی جگہ ان ممالک کے اندر قتال فی سبیل مفادات جاری ہے۔ جس میں ان ہی ممالک کی اپنی ہی جانیں اور توانائیاں ضائع ہو رہی ہیں۔ مغرب جو مسلم دنیا کا ہمارا دشمن ہے، نے انہی کے اندر جنگ کی آگ کو بھڑکایا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے عقیدے کے تحفظ کے لیے نظریہ جہاد سے پسپائی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جو تنزلی اور بدحالی کی اصل سبب ہے۔ چونکہ مغرب کسی عقیدہ اور نظریہ کا پابند نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں جیسا وہ ہے (78)۔

مغربی استعماریت اور جمہوریت کے نتیجے میں بقول اقبال یہ فتویٰ آگیا ہے کہ اب فلسفہ جہاد و تلوار کا گر نہیں۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے — دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر
تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی — دنیا کو جس کے پنجہ خونین سے ہو خطر (79)

یوں سمجھ لیجئے کہ مسلم مملکتوں نے مغربی جمہویت کے اپنانے میں خود مختاری کے ساتھ قومی حمیت کو بھی کھو دیا ہے۔

سربراہ مملکت ظل اللہ فی الارض

اسلام کی رو سے سربراہ مملکت اور ریاست رعایا کے لیے اللہ کا سایہ اور شلٹر ہے، جس کے نیچے میں عوام کو تحفظ، آرام اور سکون میسر ہوتی ہے۔ لیکن آج کے سربراہان مملکت یہ مقام اور کام کھو چکے ہیں کہ جس کے سایہ عاطفت میں رعایا متحد ہو کر قوت کا ذریعہ بن سکے۔ سلاطین اپنے مناصب کے تقاضے پورا کر سکے اور نہ اپنی رعایا اور ان کے وسائل کو تحفظ فراہم کر سکے۔ بلکہ رعایا کے حق میں بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہو کر ان کو کئی مذہبی، سیاسی، وطنی اور لسانی بنیادوں پر تقسم اور منتشر کر کے فرعونی اصولوں (80) کے تحت ان کا استحصال کر رہے ہیں۔

پیسے کی بنیاد پر رعایا کو تقسیم کرنا، سیاسی رشوتیں دینا، رعایا سے غلاموں جیسا سلوک کرنا اور متشددانہ رویہ اپنانا فرعونی اصول ہیں، جس سے رعایا میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ البتہ زمامِ کار کے چند افراد کے مفادات کے لیے یہ طریقہ نہایت سودمند ہے، تاہم دیرپا نہیں بلکہ اس سے اجتماعی تباہی کا سامان میسر آتا ہے اور واپسی کا راستہ بند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (81)

"اور (اے پیغمبر) جب تمہارا رب انسانی آبادیوں کو ظلم کرتے ہوئے پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ یقینا اس کی پکڑ (بڑی ہی) دردناک (اور بڑی ہی) سخت ہے " اور ایسے لوگوں کی پکڑ بھی بہت سخت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (82) "(اے پیغمبر) تمہارے رب کی پکڑ بلاشبہ بڑی سخت (پکڑ) ہے"۔

یہی مضمون قرآن مجید کی کئی آیات میں بیان ہوا ہے کہ ظالمانہ طریقے پر چل کر رعایا کو تقسیم کرنے کا انجام بالآخر اجتماعی تباہی پر منتج ہوتا ہے (83)۔

لہٰذا مسلم ممالک کو اپنے اور اپنی رعایا پر رحم کھاتے ہوئے اسلامی تعلیمات پر چلا کر متحد کرنا ہوگا، بصورت دیگر ان

کی اجتماعی تباہی کا سامان خوب سے خوب تر ہو رہا ہے۔ الجزائر، عراق، افغانستان، فلسطین اور شام و کشمیر ہمارے سامنے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

موجود اسلامی مملکتیں اور غلبہ اسلام کی کوششیں

موجودہ اسلامی ریاستیں محض نام کے جمہوری ہی نہیں بلکہ اس کا خمیر بھی مکمل مغربی ہے، جو اصل میں خادمِ مغرب ہیں۔

اس کے پروگرام میں غلبہ اسلام کا کوئی منصوبہ، اس کے لیے کوئی منظم پروگرام اور نہ مقاصد میں غلبہ اسلام کا نکتہ شامل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اسلام کے غلبہ کے لیے جو انفرادی، اور غیر سرکاری جماعتی کوششیں ہو رہی ہیں ان کا بھی ناطقہ بند کر کے آواز کو بند کیا جاتا ہے۔ اگر ریاستی سطح پر اس کے لیے کوئی منظم کام کیا جاتا تو رعایا کی وحدت اور باہمی تعاون کا داعیہ موجود ہوتا لیکن لگتا ایسا ہے کہ یہ ریاستیں ان کوششوں کو روکنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، یا کم از کم اسلام کی شکل و صورت بگاڑنے کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ گویا یہ وہ منصوبہ ہے، جو صلیبی جنگوں کے بعد تیار کیا گیا تھا، جس پر ان مملکتوں کو برابر گامزن رکھا گیا ہے۔ الجزائر، مصر اور افغانستان وغیرہ میں ایسی ہی غلبہ اسلام کی کوششوں کو مکمل طور پر سبوتاژ کیا گیا۔

موجودہ مسلم ریاستیں اور سرمایہ داریت کا فروغ

موجودہ ریاستوں نے سرمایہ دارانہ اور طبقاتی نظام کو خوب پروان چڑھایا اور مغربی جمہوریت و آمریت کے لئے مسلسل استعمال کیا گیا، جس نے انسانیت کو تھکا دیا۔ اسلامی قانون سازی، احکامات اور اس کی تطبیق کے لیے کوئی موقع نہیں دیا گیا اور نہ دیا جاتا ہے۔ ایسے کوششوں کو دبایا جاتا ہے اور ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے تاکہ اسلامی نظام جو حالات اور زمانے کے احوال سے ہم آہنگ ہے، سامنے نہ آئے۔ ان مملکتوں میں جمہوری اداروں یا پھر آمروں کے ذریعے قانون سازی جاری رہتی ہے تاکہ اصل اسلام پسِ پردہ رہے۔ اوراحوال حاضرہ اور مسائل امت میں اس کا کوئی کردار نہ رہے۔ بلکہ استعمار کے مکروہ عزائم کے لیے استعمال کیے جائیں اور ہر وہ کام جاری رکھیں، جس سے اسلام اور مسلمانوں کا فایدہ نہ ہو۔ خواہ وہ آزادئ اظہار رائے کے نام پر فحاشی پھیلانا ہو، تہذیب کے نام سے عریانیت کا کلچر عام کرنا ہو، یا ترقی کے نام سے سودی کاروبار ہو، یا قانون کو پامال کرنے کے لیے اہم شخصیات کو استثناء کا حصول ہو تاکہ خارجہ و داخلہ پالیسی میں استعمار کی من مانی مسلط ہوتی رہے۔ اسی طرح ترقی کے نام پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کو قومی اثاثہ جات کی

نجکاری کو ممکن بنایا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ کرنسی میں استحکام کی بجائے کمی ہو رہی ہے اور قومی اثاثہ جات کو فروخت کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں بلکہ سود بھرنے کے لیے مزید ٹیکسوں کے تلے دبے جارہے ہیں اور یوں غریب عوام کو جی ایس ٹی، انکم ٹیکس، وڈہولڈنگ ٹیکس اور ٹول ٹیکس جیسے ظالمانہ ٹیکسوں کے شکنجوں میں جکڑا یا جارہا ہے۔

بیرونی جارحیت، مداخلت اور مسلم ممالک

دنیا کے نقشے پر موجود مسلم ممالک اپنی سرزمین کے اندر بیرونی جارحیت اور مداخلت روکنے میں مکمل ناکام نظر آتی ہیں۔ یہ بیرونی مداخلت اسلامی تعلیمات میں ہو یا سیاست و معیشت اور دیگر اثاثہ جات اور Resources میں یا پھر ریاستی پالیسیوں اور معاملات میں ہوں۔ الغرض ہر طرح سے مداخلت اور دراندازی جاری ہے اور یہ ریاستیں اس تناظر میں بے بس نظر آتی ہیں۔ نیشنل، انٹرنیشنل میڈیا، بشمول سوشل میڈیا کے، ہر طرح اسلامی نظام حیات اور پروگرام پر حملہ آور ہے۔

گلوب کے اوپر روز بروز کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ریاستوں میں رعایا کی جان محفوظ نہیں اور ملکی مفادات کے نام پر جو اقدامات اٹھائے گئے یا اٹھائے جاتے ہیں، ان ممالک میں دخل انداز ہونے کے بہانے تھے اور اب بے دخلی کا عمل جاری ہے، جس کے مظاہر ہمیں فلسطین، مصر، الجزائر، افغانستان، کشمیر، عراق، برما اور شام وغیرہ میں نظر آرہے ہیں۔ العیاذ باللہ

حریت اور امید کا سہارا

پسے ہوئے طبقات کی حریت و آزادی اور حقوق و تحفظ کا واحد سہارا جہاد کا راستہ اور جذبہ ہے، جو ہر ظلم وجبر، مغربی استعماریت اور سامراجیت کے راستہ کا ایک قوی علاج ہے، لیکن بدقسمتی سے مسلم ریاستوں کے اوپر بٹھائے ہوئے استعمار کے دوست و احباب کے توسط سے اس جذبے اور راستے کو مسدود کیا جاتا ہے اور یوں اقلیت اور مغربی طبقات کے مفاد کے لیے اکثریت کے حقوق کا استحصال کیا جارہے۔ مصر و شام، الجزائر و عراق، بنگلہ دیش و افغانستان اور کشمیر اکثر مسلم ممالک اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ ان مسلم ممالک میں جدید اسلحہ کے ساتھ فوج کی تربیت، ہر قسم تیاری اور وسائل کی فراہمی سے رعایا کے تحفظ اور حقوق کی پاسداری خواب وخیال بن گیا ہے۔ ان پر بھاری اخراجات اٹھانے کا اصل مقصد تو رعایا اور ان کے دین وعقیدے کا تحفظ ہے، جو حقیقت میں پسِ منظر میں چلا گیا ہے اور محض جغرافیائی تحفظ کے انتظام پر بھاری ریاستی اخراجات اٹھائے جاتے ہیں، جو اسلام کی رو سے کوئی معنی نہیں رکھتا، اگر

عقیدے اور دین کا تحفظ اس کے ساتھ نہ ہو۔ کیونکہ اسلام میں ریاست مقصود نہیں، بلکہ اصل مقصد شریعت ہے، جس کے نفاذ کے لیے ریاست ایک ذریعہ ہے۔ اور جب سے یاست اور جہاد کا یہ مقصد فوت ہو گیا ہے، ریاستیں ذلت پہ ذلت اٹھاتی رہتی ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۔ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا(84)

شریعت اور ریاست کی تحفظ کے لیے جو رعایا کے لیے شلٹر ہے، جہاد ایک کارگر راستہ ہے، جن وجوہات کی بناء پر بھی ترک کیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے، مسلمانوں کے ذلت کا سبب بن رہا ہے، آپ ﷺ نے بجا فرمایا ہے کہ:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ (85)

"جب تم بیع عینہ کرنے لگو اور بیلوں کے دم پکڑ کر زراعت پر راضی ہو جاو اور جہاد کو ترک کرو تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط کرے گا جو تمہیں چھوڑے گا نہیں تا وقت یہ کہ تم جہاد کو لوٹ آو"

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جہاد کو عزت کا راستہ قرار دیا ہے لیکن اس راستے کی برکات سے امت کو بیگانہ بنایا جا رہا ہے جو بے سہارا، بے کس اور مظلوموں کے لیے امید کا واحد راستہ ہے۔ شاید اسی بنیاد پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جہاد تا قیامت جاری رہے گا(86) کیونکہ اس سے ظلم اور ظالم کو روکا جاسکتا ہے اور بے سہاروں کو سہارا ملتا رہے۔

مسلم ممالک کی فراخدلی اور عالمی سیاست

موجودہ حالات کے تناظر میں ماضی کے مسلم فراخدلی پر حیران ہوں کہ اندلس و ہسپانیہ، ہندوستان، مصر، فلسطین اور دیگر خطوں میں غیر مسلموں کے ساتھ لا اکراہ فی الدین کی روشنی میں رواداری کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو زندگی و مذہب کا تحفظ دیا گیا۔ لیکن حالات زمانہ نے ثابت کر دیا کہ یہ کافر ملتیں کسی رواداری اور مروت نامی چیز سے واقف ہی نہیں۔ جوں ہی اقتدار ان کے ہاتھ میں آیا، غیروں کے وجود کو حرفِ غلط کی طرح ایسے مٹایا کہ اندلس و ہسپانیہ میں کوئی اذان دینے کے لیے نہ رہا۔ اسی طرح ہندوستان میں ان کے وجود کو برداشت کرنے کے

لیے تیار نہیں، جس پر مسلمانوں نے 8 سو سال حکومت کی اور غیروں کو باوقار زندگی گزارنے دی۔ ظالموں کا شکریہ کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء میں اس قدر ظلم کیا کہ مسلم ضمیر بادل ناخواستہ سوچنے پر مجبور ہوا اور یوں ۱۹۴۷ء میں خطہ پاکستان کو بادل ناخواستہ آزادی دی گئی یا نصیب ہوئی۔

لیکن معاف کیجیے! وہ خطہ جس مقصد کے لیے وجود میں لایا گیا تھا اور قائد محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبالؒ نے جو خواب دیکھے تھے، چکنا چور ہو رہے ہیں۔ محمد علی جناحؒ نے ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء میں فرمایا تھا:

"مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں، جہاں وہ خود اپنے ضابطہ حیات، اپنے تہذیبی ارتقاء، اپنی روایات اور اسلامی قانون کے مطابق حکمرانی کر سکیں" (87)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: "ہمارا دین، ہماری تہذیب اور ہمارے اسلامی تصورات وہ اصل طاقت ہیں جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لیے متحرک کرتے ہیں"(88)

اسی پسِ منظر میں لیاقت علی خانؒ جو وزیر اعظم پاکستان تھے، نے فرمایا:

"پاکستان ہماری ایک تجربہ گاہ ہے اور ہم دنیا کو دکھائیں گے کہ تیرہ سو برس پرانے اسلامی اصول کس قدر کارآمد ہیں"89

5 اپریل کو راولپنڈی میں لیاقت علی خانؒ نے اعلان کیا:

"پاکستان کا آئندہ دستور قرآن مجید کے احکام پر مبنی ہوگا۔ محمد علی جناحؒ اور ان کے رفقاء کی یہ دیرینہ خواہش رہی ہے کہ پاکستان کا نشو و نما ایک ایسی مضبوط اور مثالی اسلامی ریاست کی حیثیت سے ہو جو اپنے باشندوں کو عدل وانصاف کی ضمانت دے سکے" (90) اور علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا:

> "اسلام کی حقیقت ہمارے لیے یہی نہیں کہ وہ ایک مذہب ہے بلکہ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اسلامی تصور ہمارا وہ ابدی گھر یا وطن ہے، جس میں ہم اپنے زندگی بسر کرتے ہیں جو نسبت انگلستان کو انگریزوں اور جرمنی کو جرمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم مسلمانوں سے ہے۔ اسلامی صول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی جوں ہی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھرا" (91)

اسلامی عقیدے کا تحفظ حقیقت میں مسلمانوں کے تحفظ اور وحدت کا ذریعہ ہے بقولِ اقبال جونہی یہ رسی ہم سے چھوٹی ہے، ہمارا شیرازہ بکھرتا جارہا ہے۔ ہماری موجودہ ریاستیں اس عقیدے اور نظریے میں نہایت سخاوت برت رہی ہیں۔ اپنے عقیدے اور تہذیب پر Compromise کرتے کرتے دین الٰہی کی بجائے دین اکبری ماننے کے لیے تیار ہو رہے

ہیں۔(جس نظریے کے تحت ہمیں آزادی ملی تھی، اس کو تحفظ نہ دینے کی وجہ سے آج پھر سے مسلمان اپنے وطن میں بے گانہ ہیں۔ اللہ خیر کرے)۔ اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہو گا کہ ہم خود پیغمبر اسلام ﷺ کی جہادی زندگی، خلافت راشدہ کی مہمات، صلاح الدین ایوبیؒ، محمد بن قاسمؒ، محمود غزنویؒ، جیسے جوانمردوں کی کوششیں دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا وجود دنیا سے مٹایا جارہاہے جب کہ ۵۸ مسلم ریاستیں تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ الحفیظ والامان۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا:

مسلمان فقر و سلطانی بہم کرد　　　　ضمیرش باقی و فانی بہم کرد

ولیکن الامان از عصرِ حاضر　　　　کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد (92)

ترجمہ: مسلمانوں نے درویشی اور سلطانی کو باہم جمع کیا ہے۔ ان کے ضمیر نے روح اور جسد کو باہم ملایا ہے لیکن دورِ حاضر سے اللہ کی پناہ! کہ اس نے سلطانی اور شیطانی کو باہم جمع کر دیا ہے (93)

مسلم ریاستوں اور رعایا کے وسیع تر مفاد کا دعویٰ

اسلام ایک فطری دین ہے۔ اس کو غیر فطری اور غیر اسلامی لبادہ اوڑھانے سے سخت نفرت اور اباء ہے۔ اور جب بھی یہ کوشش کی گئی تو کچھ عرصہ کے بعد رعایا کو تباہی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی فطرت مسخ کر دی گئی تو مسلمان ملت مٹ گئی اور عذاب کا سیلاب آیا۔

ترکی میں یہ تجربہ ہوا تو رعایا کی تباہی کے سوا اتاترک نے کچھ نہیں دیا۔ مصر میں جمال ناصر نے اپنی رعایا کی فطرت مسخ کی تو آج تک وہاں تباہی امت کے سوا کچھ بر آمد نہیں ہو رہا ہے۔ یہی طرز عمل شاہانِ افغانستان نے اپنایا تھا تو آج تک وہاں تباہی کے سوا کچھ بر آمد نہیں ہو رہا ہے۔ یہ وہ فرعونی اصول ہیں جو بھی اپناتا ہے اپنے قوم کو تباہی کے سوا کچھ نہیں دے سکتا ہے۔ فرعون نے وسیع تر مفاد میں اپنی قوم کا ضمیر مسخ کیا تو دریا میں ڈبونے کے سوا کچھ نہیں دیا اور قیامت کا خسارہ اس پر مستزاد ہے (94)

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی ریاستیں اس صحیح عقیدے اور منہاج کو اپنائے جو ہماری تہذیب و ثقافت کے مطابق قوموں کو دیرپا اثرات سے نوازتا ہے۔ یہ وہ تہذیب ہے جو دوسری تہذیبوں سے ممتاز و اعلیٰ ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے　　　　اسلام تیرا دین ہے تو مصطفوی ہے (95)

مسلمان ملت کے وسیع تر مفاد اس میں ہے کہ ان کو دین وعقیدے کی قوت سے قوی کر دیا جائے۔ان کو دین کی رسی سے یکجا کیا جائے، کیونکہ مسلم ملت کی خوبی یہ ہے کہ وہ صرف اسلام ہی پر متحد ہوتی ہے۔اقبالؒ کہتے ہیں:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر　　　خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار　　　قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامنِ دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں　　　اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی[96]

اسلام کے جمہوری اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تمام تر شخصی اور ذاتی مفادات سے بالا ہو کر امت مسلمہ کے وسیع تر اجتماعی مفادات کو مد نظر رکھا جائے جس کی تائید وحمایت عامۃ الناس سے حاصل ہو اور مرکز و محور قرآن وسنت ہو کیونکہ اگر ملک کا ہر فرد بھی قرآن وسنت کے فیصلے کے خلاف ووٹ دے، پھر بھی خلیفۃ المسلمین ان کی رائے کا پابند نہیں ہوتا۔یہ وہ بنیادی فرق ہے جو مروجہ جمہوری سیاست وریاست اور اسلامی نظام سیاست میں مابہ الامتیاز ہے۔[97]

افسوس ناک بات یہ ہے کہ دنیائے انسانیت سے حقیقی عوامی بادشاہت ، آسمانی بادشاہت اور درویش بادشاہتوں اور حکمرانوں کا ریاستی اور خوبصورت حکومتی ماڈل چھپایا اور چھینا جارہا ہے ، جس کے سرخیل حضرت داوٗدؑ، سلیمانؑ، محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین تھے۔انسانیت کو ان محسنین سے دور کیا جارہا ہے، جو آج کی تہذیبی دنیا کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہے۔[98]

دنیائے انسانیت کے لیے یہ دھوکہ بہت بڑے خسارے کا سبب ہے، جو دنیا پرستی کے ساتھ ساتھ اخلاقی پستی، انسان دشمنی، انتہاپسندی، دہشت گردی اور بدامنی جیسے مصائب سے دوچار کررہی ہے۔لہٰذا مسلم ممالک کو بالخصوص اور دیگر ریاستوں کو بالعموم اس عقیدے اور تصور کی طرف آنا چاہیے جو انسانی فطرت کے قریب، اخلاق اور امن و سلامتی کی زبردست داعی اور محرک ہے، جو دین اسلام ہے۔اور رب کائنات کا پسند فرمودہ[99] بھی ہے اور جس کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ[100]

”آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی

اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے"۔

جبکہ حضور ﷺ نے فرمایا: مَامِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ[101]

"کوئی بھی بچہ جو پیدا ہوتا ہے فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں"

اسلامی ریاستیں اور نظریاتی فوج کی ضرورت

اسلامی ریاست عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر دوسری ریاستوں سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرے اداروں کے مقابلے میں اس کی فوج کی تربیت نظریاتی لحاظ سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کیونکہ ریاست و عوام کی امیدیں ان سے زیادہ وابستہ ہوتی ہیں۔

لہٰذا اگر اسلامی ممالک کی فوج نظریاتی لحاظ سے مضبوط نہیں تو رعایا و عوام کو کیا خاک تحفظ فراہم کریں گی بلکہ عوام کے بقول ہماری ریاستوں میں فوجیں اپنے ملکوں میں اپنی رعایا کو فتح کرتی رہتی ہیں اور اپنے ملک و قوم کے مفادات کے تحفظ کے بجائے دوسروں کے مفادات کو تحفظ فراہم کرتی ہیں اور ان کی وفادار رہتی ہیں جو مسلمانوں کے لیے ایک عظیم المیہ ہے۔

ترکی اور مصر کی تاریخ ہمارے سامنے ہیں جو مغربی جمہوریت اور استعماریت کے ہتھے چڑھ گئے ہیں اور مسلمانوں کا عقیدہ، نظریہ، اخلاق اور تمدن و کردار تباہی سے دوچار ہے اور باقی ریاستیں اس نہج پر برابر گامزن ہیں جس سے اسلامی مملکتوں کی بقاء خطرے میں ہے۔ ایک مرتبہ اس وقت امیدیں بن گئی تھیں کہ جنرل راحیل کی قیادت اور سربراہی میں 39 ممالک کی مشترکہ فورس بنائی گئی، تاہم یہ امیدیں ایک مرتبہ پھر دم توڑ گئی جب روہنگیا کے مسلمانوں پر قیامت خیز مظالم کئے گئے اور فلسطین کو اسرائیل نے امریکہ کے سربراہی میں اپنا دارالخلافہ بنایا جب کہ ۳۹ ممالک اپنی اس مشترکہ فوج کے ساتھ یہ تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ اللہ کرے کہ مشترکہ فوج کا جو اقدام اٹھایا گیا تھا، اس پر نظر ثانی کے ساتھ ساتھ اس کا نصب العین اور مقاصد کو وضع کیا جائے تاکہ وحدتِ مسلمہ کے جدجہد کا ایک مشترکہ فلیٹ فارم میسر آجائے، اور مسلمانوں کے کھوئے ہوئے عزت و ناموس کو بحال کیا جاسکے۔ اگر مسلم ریاستوں نے ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا اور اتحادِ امت پر غور نہیں کیا تو اللہ کے قہر سے ملت اسلامیہ کی تمام ریاستیں اپنی موت آپ مر جائیں گی۔ جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ[102]

”اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ بھی ایک دوسرے کے کارساز و رفیق ہیں اگر تم ایسا نہ کروگے تو ملک میں فتنہ پیدا ہو جائے گا اور بڑی ہی خرابی پھیلے گی“

خلاصہ بحث

- عالمی سیاست میں اسلامی ریاستوں کا کردار بہت فعال ہونا چاہیے اور یہ تب ممکن ہے جب ریاست کے وجود کا کوئی مقصد ہو۔ لہٰذا اسلامی ریاستوں کے پروگرام میں دین و عقیدہ کے تحفظ کو اولیت دی جائے جو اسلامی وحدت کا زبردست داعی ہے۔
- بیرونی مداخلت کو کم کرنے کے لیے اسلامی ریاستیں باہم دیگر تعاون بڑھاتے ہوئے ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ کرے۔
- مسلم ممالک اسلامی تہذیب کی حفاظت وبقا کے لیے مشترکہ معاشی، معاشرتی، سیاسی اور تعلیمی پروگرامات ترتیب دیں اور رابطے بڑھائیں تاکہ بیرونی جارحیت اور مداخلت کا سدباب ممکن ہو سکے۔
- متحدہ اسلامی فوج، مشترکہ کرنسی اور اس جیسے دیگر اقدامات سے اسلامی ریاستیں عالمی سیاست میں فعال رول ادا کرنے اور اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کے لائق ہو سکیں گی۔
- اس قسم کی دیگر متحدہ اور مثبت پروگرامات سے اپنے دین اور رعایا کے حقوق کا تحفظ اور ادائیگی ممکن بنایا جا سکے گا۔
- بین الاقوامی اسلامی کورٹ کی قیام کے ذریعے تمام مسلم ریاستیں اپنی مسائل کو حل کرنے سے اسلامی احکامات میں بیرونی غیر اسلامی مداخت بند کر سکیں گی۔
- ایسا کرنے سے ہم بتدریج اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے قابل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کا عزت و وقار بحال ہو جائے گا۔

حوالہ جات

1) علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال (اسرار خودی)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1990ء، 19

2) البخاري، محمد بن إسماعيل، قرة العينين برفع اليدين في الصلاة، تحقيق: أحمد الشريف، دار الأرقم للنشر والتوزيع، كويت، ۱۹۸۳ء، ۱، ۳۷

3) مسدس حالی {مدّو جزر اسلام}، شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی، مکتبہ خلیل غزنی سٹریٹ لاہور جنوری ۲۰۰۵ء، ص، ۱۷

4) ملخص: حکمت بالغہ، خصوصی شمارہ نومبر ۲۰۱۵، ص، ۱۲۶، ۱۲۷

5) یوسف ۱۲: ۴۰

6) الانعام، ۶: ۶۲

7) الملک، ۱: ۶۷

8) علامہ محمد اقبال، بانگ درا، {کلیات اقبال}، زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور، جولائی، ۲۰۱۲ء، ص، ۱۳۴

9) علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم {کلیات اقبال}، ص، ۱۵۹

10) ڈاکٹر اسرار احمد، منہج انقلاب نبوی مقالہ در حکمت بالغہ، نومبر ۲۰۱۵ء، ص، ۱۲۹

11) البقرۃ ۲: ۲۸۴

12) طہ ۶: ۲۰

13) آل عمران، ۳: ۱۸۰

14) المنافقون، ۷: ۶۳

15) شیخ سعدی، مصلح الدین، شیرازی، گلستان، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، ص، 43

16) علامہ محمد اقبال، کلیاتاقبال، فارسی (جاوید نامہ۔ پیغام افغانی بملت روسیہ)، ص، 80(668)

17) النساء، ۱: ۴

18) حکمت بالغہ، ۱۳۳

19) أحمد بن حنبل، مسند، تحقيق: شعيب الأرنؤوط وآخرون، مؤسسة الرسالة، ط، ۱، ۲۰۰۱ء، ۳۸، ۴۷۴

20) الحجرات، ۱۳: ۴۹

21) حکمت بالغہ، ۱۳۵

22) حکمت بالغہ، ۱۴۶

23) النساء: ۴: ۵۹

24) دیکھیے: مودودیؒ، سید ابو الاعلی، خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، جنوری ۲۰۱۱ء، ص، ۴۲

25) البغوي، الحسين بن مسعود، شرح السنة، تحقيق: شعيب الأرنؤوط وغيره المكتب الإسلامي دمشق، ۱۹۸۳ء، ۱۰، ۴۴

26) البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، حسب ترقيم فتح الباري، دار الشعب القاهرة، ۱۹۸۷ء، ۹، ۷۸

27) ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن، تحقیق، فؤاد عبد الباقي، دار إحیاء الکتب العربیۃ البابي الحلبي، ا؍۴

28) الحشر،۵۹: ۷

29) الاحزاب: ۳۳: ۳۶

30) سنن ابن ماجہ، ۲؍۹۵۵

31) بن حزم، محمد علي بن أحمد الأندلسي، الفصل في الملل والأھواء والنحل، مکتبۃ الخانجي، القاھرۃ، س ن ندارد، ۴؍۲۷

32) محمد بن جریر الطبری، جامع البیان، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۰، ۸؍۵۰۲

33) بخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر: ۷۱۳۷

34) غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفہ بیروت، بذیلہ کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار، لعبد الرحیم العراقی، 1؍13

35) علامہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، 2003ء، ص؍ ۱۱۳

36) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (مترجم: مولانا محمد منظور الوجیدی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ پبلشرز انارکلی لاہور، ص؍122

37) مولانا گوہر رحمٰن، اسلامی سیاست، دار العلوم تفہیم القرآن، مردان، ۱۹۹۱ء، ص؍۱۹

38) شامی، ابن عابدین، محمد أمین بن عمر الدمشقي الحنفي، دار الفکر-بیروت، طبع دوم، 1992م، ۳؍۲۰۳

39) ڈاکٹر حسن صعب، علم السیاسۃ، بیروت، ۱۹۷۰ء، ص؍ ۲۰

40) ڈاکٹر جمال الأتاشي، مدخل إلی علم السیاسہ، دمشق، س ن ندارد، ص؍ ۷

41) مولانا حامد انصاری، اسلام کا نظام حکومت، دہلی، ۱۹۵۶ء، ص؍ ۲۰۰

42) ایضاً

43) ابن القیم، الطرق الحکمیّۃ في السیاسۃ الشّرعیّۃ، تحقیق محمّد جمیل أحمد، مطبعۃ المدني، مصر 1961م، ص؍ ۱۷

44) دیکھئے اسلامی سیاست؍ ۳۷

45) دیکھئے: اسلامی ریاست، سید مودودیؒ، اسلامی پبلی کیشنز پرئیویٹ لمیٹڈ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص؍۵۲، ۵۳

46) الکھف،۱۸: ۲۶

47) المائدہ: ۵: ۴۹

48) النساء: ۴: ۱۰۵

49) الاعراف: ۳:۷

50) اسلامی ریاست؍ ۵۵

51) ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں) (الصف: 9، توبہ: ۳۳)

52) ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ) (الشوریٰ ۴۲: ۱۳)

53) اسلامی سیاست، ۱۶۶

54) اسلامی سیاست، ۱۸۴

55) الانفال ۸ : ۳۹

56) ابن کثیر، اسماعیل، التفسیر القرآن العظیم، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، طبع دوم 1999م، 1، 525

57) الجامع الصحیح، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھي العلیا، دار ابن کثیر، الیمامۃ—بیروت 1987ء، حدیث نمبر: 2655، 1، 81

58) مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب بیان أن الدین النصیحۃ، حدیث نمبر:95

59) ﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۰)

60) عبد المحسن بن حمد العباد البدر، شرح سنن أبي داود، دروس صوتیۃ http://www.islamweb.net، الکتاب مرقم آلیا، درس نمبر:۵۹۸

61) ایضاً

62) ﴿قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ. قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۔ وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ﴾ "بادشاہ نے آپ سے بات چیت کی تو کہا کہ آج کے دن سے آپ ہمارے نزدیک بڑے باعزت اور معتبر انسان ہیں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کر دیجیے۔ یقین رکھیے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں" (یوسف: ۵۴، ۵۵)

63) اسلامی ریاست، ص، ۱۷۴، ۱۷۵

64) امام زمخشری جار اللہ، محمود بن عمرو، تفسیر کشاف، دار الکتاب العربي—بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۷ھ، ۲، ۲۴۲

65) مودودیؒ، سید ابو الاعلی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲، ۴۱۳

66) ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ "حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری اور ترازو بھی، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں جنگی طاقت بھی ہے اور لوگوں کے لیے دوسرے فائدے بھی اور یہ اس لیے تاکہ اللہ جان لے کہ کون ہے جو اس

کو دیکھے بغیر اس (کے دین) کی اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔یقین رکھو کہ اللہ بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے" (الحدید ۵۷: ۲۵)

67) دیکھیے: اصلاحی، صدر الدین، فریضہ اقامت دین، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۱ء، ص۱۲۹، ۱۳۰

68) ڈاکٹر حافظ محمد سجاد، اسلامی اور مغربی تہذیب و افکار تاریخی تناظر میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، ص۲۷۵

69) اقبال، ضرب کلیم، ص۱۸۸

70) اقبال، بانگ درا، اقبال اکیڈمی، پاکستان لاہور، 1994ء، ص167

71) ابراہیم ۱۴: ۲۷

72) مولانا عبد المالک اتحاد العلماء پاکستان کے صدر ہیں۔ دیکھیے: حرف اتحاد، جریدۃ الاتحاد، منصورہ، لاہور، فروری ۲۰۱۶ء، ص/5

73) حکمت بالغہ، قرآن اکیڈیمی جھنگ، لالہ زار کالونی نمبر ۲، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر، جنوری ۲۰۱۷ء، ص ۳۳- ۳۵

74) دیکھیے: انجینئر مختار احمد فاروقی، اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان، قرآن اکیڈمی جھنگ، دسمبر ۲۰۱۶ء، ص۱۴

75) حکمت بالغہ، نومبر ۲۰۱۵ء، ص۱۹۴

76) دیکھیے: تزک بابری

77) حکمت بالغہ، جنوری ۲۰۱۷ء، ص۳۶

78) ﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ (وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ خود ہوئے ہیں تاکہ سب برابر ہو جائیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو آپ دوست نہ بناؤ)۔ (النساء ۴: ۸۹)

79) اقبال، ضرب کلیم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، ص۲۶

80) ﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾

" فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے کہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا" (القصص: ۴)

81) ہود ۱۱: ۱۰۲

82) البروج ۸۵: ۱۲

83) دیکھئے: الاعراف :۱۳۵ تا ۱۳۷

84) مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو (ظالموں کے تشدد سے عاجز آکر) فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہم کو اس بستی سے نجات دلا جہاں کے رہنے والے (ہم پر) ظلم کر رہے ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی اور مددگار کھڑا کر دے۔ جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، پس (مسلمانو،) تم شیطان کے حمایتیوں سے لڑو (اور

ان کی کثرت کی کچھ پروانہ کرو کیونکہ) شیطان کی (جتنی) تدبیریں (ہیں سب) بودی ہیں) (النساء: ۷۵-۷۶)

85) سنن ابو داود، کتاب الاجارہ، باب النھي عن العينة ، دار السلام للنشر والتوزیع، 2000ء، حدیث نمبر:3462

86) «وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ » "اور جہاد میری بعثت کے بعد جاری ہے تاوقت یہ کہ میری امت کا آخری حصہ دجال کو قتل کرے۔ اس کو کسی ظالم کا ظلم ختم نہیں کر سکتا اور نہ کوئی عادل اس کو قوف کرے گا" (سنن ابو داود، حدیث نمبر:۲۱۷۰)

87) Ahmad Jamil ud Din & Sh. Muhammad Ashraf, Speeches and writing of Mr. Jinnah, Lahore, 2/249

88) ایضاً

89) پاکستان ٹائمز ، ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء

90) پاکستان ٹائمز ۷ اپریل ۱۹۴۸ء

91) شیر وانی، خطبات اقبال، لاہور، ص ۱۰۳

92) اقبال، کلیات اقبال، ارمغان حجاز (عصر حاضر) ، فارسی لاہور، ص 96(998)

93) اسلامی نظریہ اور ریاستِ پاکستان، ص ۲۵

94) ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ﴾ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا، وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کیے جائیں گے {ھود ۵۷: ۹۸}

95) اقبال، بانگ درا، وطنیت، ص ۲۲۷

96) اقبال، بانگ درا، مذہب، ص ۳۵۲

97) دیکھیے: اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل ۱۹۸-۱۹۷

98) دیکھیے: حکمت بالغہ ۱۶۶، ۱۶۷

99) آل عمران ۳: ۱۹

100) الروم ۳۰:۳۰

101) صحیح بخاری، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض على الصبي الإسلام ، دار ابن کثیر، الیمامۃ-بیروت، حدیث نمبر: 1293

102) الانفال ۸ :۷۳